ماہِ محرم الحرام

کی شرعی وتاریخی حیثیت

مرتب

مفتی احمد اللہ نثار قاسمی

ناظم دارالعلوم رشیدیہ وصدر دارالافتاء والارشاد حیدرآباد

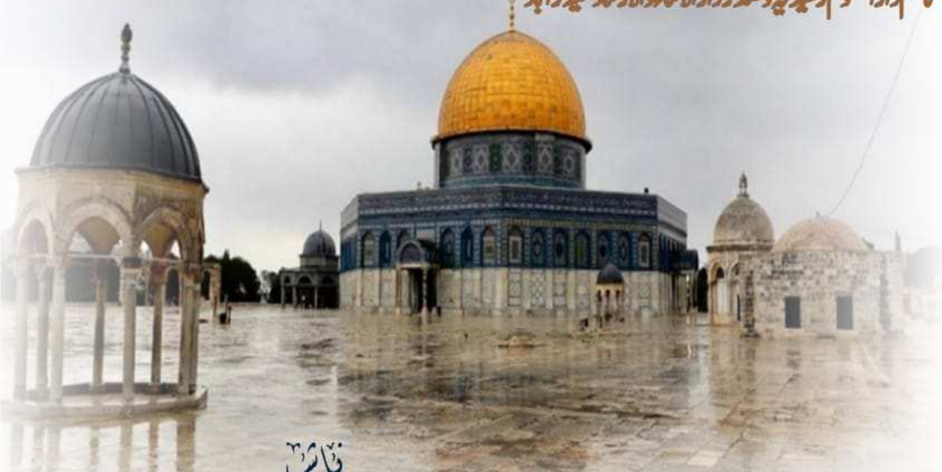

ناشر

دارالعلوم رشیدیہ مہدی پٹنم حیدرآباد

ماہ محرم الحرام
کی شرعی و تاریخی حیثیت

مرتب
مفتی احمد اللہ نثار قاسمی

ناشر
دار العلوم رشیدیہ مہدی پٹنم حیدرآباد

فہرس

عناوین	صفحہ نمبر
عنوان سے متعلق آیت	۴
عنوان سے متعلق حدیث	۴
تاریخ کی اہمیت اور اس کی ابتداء	۴
چار عظمت والے مہینے	۷
ماہِ محرم کے روزوں کی فضیلت	۹
یوم عاشوراء اور اس کے روزے کی فضیلت	۱۱
تنہا دس محرم کا روزہ	۱۳
عاشوراء سے متعلق من گھڑت واقعات	۱۵
فرعون سے نجات کا واقعہ	۱۶
دس محرم کو اہل وعیال پر سعت کرنا	۱۸
یوم عاشوراء کو کھانا کھلانے سے متعلق سوال	۲۰
ماہِ محرم و عاشوراء میں ہونے والے منکرات	۲۴
ماہِ محرم کو نحوست یا رنج کا مہینہ سمجھنا	۲۴
ماہِ محرم میں سیاہ لباس پہننا	۲۵
ماہِ محرم میں شادی بیاہ کرنا	۲۶

ماتم کی مجلس اور تعزیہ کے جلوس میں شرکت	۲۷
ایصالِ ثواب، کھانا کھلانا اور پانی پلانا	۲۹
دسویں محرم کو کھچڑا پکانا	۳۰
ماہِ محرم کے چند اہم تاریخی واقعات	۳۲
فتح خیبر	۳۲
جنگ قادسیہ	۳۳
حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی وفات	۳۴
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت	۳۵
حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی وفات	۳۷
مسکین نوازی	۳۸
وفات	۳۹

ماہِ محرم کی تاریخی وشرعی حیثیت

عنوان سے متعلق آیت

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ(۱)

عنوان سے متعلق حدیث

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُما، قَالَ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلٰى غَيْرِهِ إِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ، يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَهٰذَا الشَّهْرَ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ(۲)

ماہِ محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، یہ مہینہ بڑا محترم، بڑی عظمت اور فضیلت والا ہے اسی لیے اس کا نام محرَّم ہے۔ اس مہینہ کی تاریخی حیثیت تو مسلم ہے، لیکن اس کی حرمت اور حضور ﷺ کے اس مہینہ میں خصوصی اعمال سے اس کی عظمت مزید بڑھ جاتی ہے۔

تاریخ کی اہمیت اور اس کی ابتداء

تاریخ کا نظام انسانی زندگی کا اہم حصہ ہے، اور اپنی ضروریات کے پورا کرنے کے لیے بے حد ضروری ہے۔ خواہ دنیوی معاملات ہو جیسے شادی بیاہ، سفر، نوکری ولادت وغیرہ، یا دینی معاملات جیسے حج، روزہ، زکوۃ وغیرہ۔

---

(۱)توبہ:۳۶

(۲)الصحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۸۶۷، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء

تاریخ کا نظام حضور ﷺ سے پہلے دیگر انبیاء کے زمانے میں بھی موجود تھا، اس لیے جب وہ لوگ کسی واقعہ تعیین کرنا چاہتے تو کہتے کہ یہ واقعہ فلاں مشہور واقعہ سے دو مہینہ یا ایک سال پہلے پیش آیا، اس کے بعد باضابطہ شمسی اور قمری تاریخ کا نظام شروع ہوا، شمسی سال عیسائیوں کی ایجاد ہے، جس میں انھوں نے اپنے مذہبی عقائد کی بنیاد پر پورے سال کو مرتب کیا، اور قمری سال محرم سے شروع ہو کر ذوالحجہ پر ختم ہوتا ہے۔

مسلمانوں کی باقاعدہ تاریخ کا آغاز آں حضرت ﷺ کی ہجرت سے ہوا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب فتوحات کا سلسلہ بڑھا، عرب کے علاوہ دیگر عجم ممالک میں بھی اسلامی حکومت وجود میں آئی تو انفرادی، اجتماعی اور سرکاری طور پر اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ باقاعدہ طور پر کوئی سن مقرر کیا جائے۔

چناں چہ خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ صحابہ کرام سے مشاورت فرمائی مختلف آراء پیش کی گئی، حضرت عمرؓ کی رائے سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے واقعہ کو اسلامی کیلینڈر کی بنیاد بنایا گیا۔

اسلامی مہینوں کے نام قرآن حدیث سے متعین کیے ہوئے، اسلامی سال ہمیں اسلامی واقعات کو یاد دلاتا ہے، ذوالحجہ کا مہینہ آئے گا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعۂ قربانی کی یاد تازہ ہوگی، ربیع الاول آتا ہے تو حضور اقدس ﷺ کی پیدائش کا ذکر ہوتا ہے، رجب آتا ہے تو واقعہ معراج بیان کیا جاتا ہے، رمضان میں روزوں کا تذکرہ، اسی طرح ہر مہینہ سے کچھ نہ کچھ اسلامی واقعات کا جوڑ ہے، ایسے ہی اللہ نے روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ کا بھی اسلامی سال سے جوڑا، اسی وجہ سے حج، رمضان وغیرہ موسم بدل بدل کر آتے ہیں تاکہ بندہ کو ہر موسم میں عبادت کا مزہ ملے، اور اس کے الگ الگ تجربات حاصل ہوں، لیکن یقینی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ شمسی سال کے کس تاریخ کو حج ہوگا یا رمضان آئے گا! کیوں کہ اس تاریخ سے اسلامی امور کا کوئی جوڑ نہیں ہے، اس لیے اسلامی سال کو اور اس کی تاریخ کو یاد رکھنا فرض کفایہ کہا گیا ہے۔

مہینہ، سال، منٹ، سکنڈ وغیرہ سب اللہ ہی کے بنائے ہوئے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان

ماہ وایام اور دن ورات کو ایک دوسرے پر فضیلت و برتری بخشی ہے تاکہ بندے موقع کی تلاش میں رہ کر اللہ کے انعامات واحسانات اور اس کے فضائل و برکات کو اپنے دامن میں سمیٹ سکے۔

کسی وقت، دن یا مہینے کو عظمت وفضیلت حاصل ہونے کی اصل وجہ اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات کا اس وقت میں ہونا ہے، لیکن بعض اہم واقعات کا اس وقت میں پیش آنا بھی دوسرے درجے میں فضیلت کا باعث ہوجاتا ہے جیسا کہ رمضان پہلے ہی سے محترم مہینہ ہے، اس ماہِ میں قرآن مجید کا نازل ہونا دوسرے درجہ کی فضیلت ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: بلاشبہ اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنی مخلوق میں سے کچھ کو اختیار کرکے اسے چن لیا ہے: فرشتوں میں سے بھی پیغامبر چن لیے، انسانوں میں سے بھی رسول بنائے، اور کلام سے اپنا ذکر چنا اور زمین سے مساجد کو اختیار کیا، اور مہینوں میں سے رمضان المبارک اور حرمت والے مہینے چنے، اور ایام میں سے جمعہ کا دن اختیار کیا، اور راتوں میں سے لیلۃ القدر کو چنا، لہذا جسے اللہ تعالی نے تعظیم دی ہے تم بھی اس کی تعظیم کرو۔ (١)

قال ان اللہ اصطفی صفایا من خلقہ، اصطفی من الملائکۃ رسلا و من الناس رسلا و اصطفی من الکلام ذکرہ، و اصطفی من الارض المساجد، و اصطفی من الشھور رمضان و الاشھر الحرم، و اصطفیٰ من الایام یوم الجمعۃ، و اصطفی من اللیالی لیلۃ القدر، فعظموا ما عظم اللہ۔ (٢)

لہذا یہ سمجھنا کہ محرم کے مہینے یا دس محرم کے دن کو فضیلت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے ہے، درست نہیں ہے؛ کیوں کہ اس مہینے اور دس محرم کی فضیلت تو کربلا کے واقعہ سے بہت پہلے بلکہ آسمان وزمین کی پیدائش ہی سے چلی آرہی ہے، کیوں کہ یہود ونصاریٰ

(١) ملخص از تفسیر ابن کثیر، سورۃ التوبۃ آیت نمبر (36)

(٢) تفسیر ابن کثیر، سورۃ التوبۃ آیت نمبر (36)

اور قریش مکہ بھی اس دن کی عظمت وفضیلت کے قائل تھے؛البتہ یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقدس مہینے اور اس مبارک دن کو اپنے مقبول بندے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اور آپ کے جانثاروں کی شہادت کے واسطے منتخب فرمادیا۔

چار عظمت والے مہینے

اللہ رب العزت نے جن چار مہینوں کو محترم مہینے قرار دیا ہے ان میں سے ایک یہ مہینہ بھی ہے،اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''مہینوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہیں،جس دن اس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا تھا،ان میں چار مہینے ادب کے ہیں، یہی سیدھا دین ہے سو ان میں ظلم مت کرو اپنے اوپر''۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ(۱)

حدیث پاک میں ہے،حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبے میں) فرمایا کہ (اس وقت)''زمانے کی وہی رفتار ہے جس دن اللہ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا تھا (یعنی اب اس کے دنوں اور مہینوں میں کمی زیادتی نہیں ہے،جو جاہلیت کے زمانے میں مشرک کیا کرتے تھے،اب وہ ٹھیک ہو کر اس طرز پر آگئی ہے جس پر ابتداء اور اصل میں تھی لہذا) ایک سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے ان میں چار مہینے حرمت وعزت الے ہیں جن میں تین مہینے مسلسل ہیں یعنی ذوالقعدہ،ذوالحجہ،محرم اور ایک رجب کا مہینہ ہے جو کہ جمادی الاخریٰ اور ماہِ شعبان کے درمیان آتا ہے''۔

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :" إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ

---

(۱)توبہ:۳۶

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ :ذُو القَعْدَةِ، وَذُو الحِجَّةِ، وَالمحَرَّمُ، وَرَجَبُ، مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جمادَى، وَشَعْبَانَ(۱)

اسلامی مہینوں کی جو ترتیب اسلام میں رائج ہے وہ انسان کے بنائے ہوئے نہیں ہے؛ بل کہ ربُّ العٰلمین نے جس دن آسمان وزمین پیدا کیے تھے اسی دن یہ ترتیب اور یہ نام اوران کے ساتھ خاص مہینوں کے خاص احکام بھی متعین فرما دیے تھے،ان احکام کو ان مہینوں کے مطابق رکھنا ہی دین مستقیم ہے،اوران متعینہ احکام واحترام کی خلاف ورزی کرنا،اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو چھوڑ دینا،خاص کرکوئی گناہ کرنااورعبادت گزاری میں کوتاہی کرنایہ سب اپنے او پرظلم کرنا ہے،جس کی طرف آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔(۲)

امام ابو بکر جصّاص ؒ اپنی تفسیر ’’احکام القرآن‘‘ لکھتے ہیں کہ

’’ان متبرک مہینوں کا خاصہ یہ ہے کہ ان میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے اس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اور ہمّت ہوتی ہے اسی طرح جو شخص کوشش کرکے ان مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں اور بُرے کاموں سے بچالے تو باقی سال کے مہینوں میں اس کو ان برائیوں سے بچنا آسان ہوجاتا ہے،اس لیے ان مہینوں سے فائدہ نہ اٹھانا ایک عظیم نقصان ہے‘‘۔(۳)

علماء نے لکھا ہے کہ اس میں نیک اعمال ثواب بھی اتنا ہی زیادہ ہوگااور برے اعمال کا گناہ بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا،کیوں کہ اصول ہے: جہاں مقام عظمت کا ہوتا ہے وہاں ارادے پر بھی پکڑ ہوتی ہے۔مثلاً کوئی بندہ اپنے گھر میں برائی کرتا ہے تو اس کا گناہ الگ ہے،لیکن

---

(۱)صحیح البخاری،رقم الحدیث :۴۶۶۲،کتاب التفسیر باب قوله ان عدة الشهور عندالله اثنا عشر شهرا فی کتاب الله

(۲)ماہِ محرم الحرام کے فضائل ومسائل:۷۳،مطبوعہ :ادارہ غفران،راولپنڈی

(۳)معارف القرآن ج :۴،ص :۳۷۲،بحوالہ ماہِ محرم الحرام کے فضائل واحکام :۳۹

وہی گناہ نعوذ باللہ کعبۃ اللہ میں کرے تو اس کا گناہ بہت سخت ہے۔(اللہم احفظنا منہ)

غرض یہ کے محرم سے اسلامی سال کی ابتداء ہوتی ہے اس لیے سال کی شروعات اچھے اعمال سے ہو، جیسے ہر آدمی چاہتا ہے کہ وہ اپنے دن کی شروعات اچھے کاموں سے کرے، اس لیے شریعت نے نماز اور تلاوتِ قرآن جیسے بابرکت اعمال سے دن کی ابتداء کرنے کو پسند فرمایا، آدمی چاہتا ہے کہ دکان کی اوپننگ اچھے انداز سے ہو، اس لیے اس موقع پر قرآن خوانی اور دعا کا اہتمام کرتا ہے، تاکہ اللہ رب العزت اس کے کاروبار میں برکت دے، آدمی چاہتا ہے کہ زندگی شروعات اچھی طرح ہو، اس کے لیے شریعت میں شادی (جو نئی زندگی کی ابتداء ہے) کو اللہ کے حکم اور نبی پاک ﷺ کے طریقہ پر کرنے کا حکم دیا، جس میں ہر طرح کے لین دین سے منع فرمایا، بالکل سادگی کے شادی کو پسند فرمایا، ظاہری بات ہے کہ جب نئی زندگی کی شروعات سنت کے مطابق ہو تو یقیناً زندگی چین وسکون سے گذرے گی، لیکن خدانخواستہ اگر زندگی کی یہ شروعات خواہشات کو تکمیل کے ساتھ ہو، جس میں سنتوں کا جنازہ نکالا جارہا ہو تو پھر ساری زندگی اللہ کی نافرمانی اور پیارے حبیب ﷺ کے طریقے کے خلاف ہو سکتی ہے (اللہم احفظنا منہ) اس لیے ہم نئے سال کی شروعات بھی اچھے اعمال سے کریں، ایسے اعمال سے کریں جن سے اللہ راضی ہو، اس کے لیے شریعت نے روزہ رکھا ہے، صلہ رحمی کے لیے اہل وعیاس پر وسعت رکھی ہے۔

ماہِ محرم کے روزوں کی فضیلت

حضور پاک ﷺ نے اِس ماہ کے روزوں کی فضیلت سے متعلق فرمایا کہ رمضان کے روزوں کے بعد سب سے بہترین روزے اللہ کے مہینے ”محرم“ کے روزے ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ :أَفْضَلُ

الصِّيَام، بَعْدَ رَمَضَانَ، شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ ۔۔۔(۱)

اگر چہ دیگر مہینوں (مثلاً ذوالحجہ اور شوال وغیرہ) میں روزوں کی فضیلتیں بھی اپنی جگہ ہیں ؛لیکن محرم کے روزوں کو ایک خاص قسم کی فضیلت حاصل ہے،اسی وجہ سے رمضان کے روزوں کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والے روزے محرم کے روزے بتائے گئے۔

اس حدیث میں محرم کے روزوں سے صرف عاشوراء کا روزہ مراد نہیں ہے بل کہ محرم کے مہینے میں کسی بھی دن کا روزہ مراد ہے۔(۲)

اس مہینے میں کسی بھی دن روزہ رکھ لیا جائے تو ان شاءاللہ یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

حضرت علیؓ سے ایک شخص نے معلوم کیا کہ ماہِ رمضان کے بعد آپ کس مہینے میں مجھے روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دمیں فرمایا کہ میں نے صرف ایک شخص کو اس کے بارے میں حضور پاک ﷺ سے سوال کرتے دیکھا،اس وقت میں میں آپ ﷺ کے پاس حاضر تھا،اس نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! ماہِ رمضان کے روزوں کے بعد مجھے کس مہینے میں روزے رکھنے کا حکم ہے؟ ارشاد عالی ہوا تھا،ماہِ رمضان کے روزوں کے بعد اگر تم روزے رکھنا چاہتے ہو تو ماہِ محرم کے روزے رکھو،کیوں کہ یہ اللہ کا وہ مہینہ ہے جس کے ایک دن اللہ نے ایک قوم (بنی اسرائیل) کی توبہ قبول کی اور اسی دن دوسرے لوگوں کی بھی توبہ قبول فرمائے گا۔

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: سَأَلَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَيُّ شَهْرٍ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصُومَ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ، قَالَ لَهُ: مَا سَمِعْتُ أَحَدًا يَسْأَلُ عَنْ هَذَا، إِلَّا رَجُلًا سَمِعْتُهُ يَسْأَلُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا قَاعِدٌ عِنْدَهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّ شَهْرٍ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصُومَ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ، قَالَ: إِنْ كُنْتَ صَائِمًا بَعْدَ

(۱)صحیح مسلم،رقم الحدیث:۲۸۱۲ کتاب الصیام،باب فضل صوم المحرم

(۲)معارف السنن:ج۶،ص:۹۹،بحوالہ ماہِ محرم کے فضائل واحکام

شَهْرِ رَمَضَانَ فَصُمِ المحرّمَ، فَإِنَّهُ شَهْرُ الله، فِيهِ يَوْمٌ تَابَ فِيهِ عَلَى قَوْمٍ، وَيَتُوبُ فِيهِ عَلَى قَوْمٍ آخَرِينَ۔ (۱)

امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ ”ماہِ محرم میں روزوں کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اس مہینے سے سال کا آغاز ہوتا ہے؛ اس لیے اسے نیکیوں سے معمور کرنا چاہیے، اور خداوند قدوس سے یہ توقع رکھنی چاہیے کہ وہ ان روزوں کی برکت پورے سال رکھے گا۔ (۲)

اس لیے محرم میں حسبِ استطاعت نفل روزوں کا اہتمام کرنا بڑی فضیلت کی چیز ہے۔

اس کے ساتھ اس مبارک مہینے میں اللہ کی عبادت اور اطاعت لگن اور توجہ کے ساتھ کرنی چاہیے، ہر قسم کے گناہ سے بچتے ہوئے دیگر ہر طرح کے نیک کاموں کا اہتمام کرنا چاہیے، تاکہ اس مبارک مہینے کے تقاضے پورے ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی سال کی ابتداء، سال کے باقی آنے والے مہینوں کے لیے نیک فال ثابت ہو۔

اللہ ہم سب کو علم صحیح اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یوم عاشوراء اور اس کے روزے کی فضیلت

یوم عاشوراء زمانۂ جاہلیت میں قریش مکہ کے نزدیک بڑا محترم دن تھا، اسی دن خانۂ کعبہ پر نیا غلاف ڈالا جاتا تھا اور قریش اس دن روزہ رکھتے تھے، آپ قریش کے ساتھ عاشورہ کا روزہ بھی رکھتے تھے؛ لیکن دوسروں کو اس کا حکم نہیں دیتے تھے، پھر جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے اور یہاں یہود کو بھی آپ نے عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا اور ان کی یہ روایت پہنچی کہ یہ وہ مبارک تاریخی دن ہے، جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نجات عطا فرمائی تھی اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرقاب کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے روزے کا زیادہ اہتمام فرمایا اور مسلمانوں کو بھی عمومی حکم دیا کہ وہ بھی اس دن

(۱) ترمذی، رقم الحدیث: ۶۷۲، کتاب الصوم، باب ماجاء فی صوم المحرم

(۲) احیاء العلوم اردو ۱/ ۶۰۱

روزہ رکھا کریں(۱)

اس مہینے کے عام دنوں کے روزوں کے مقابلے میں دس محرم (یوم عاشوراء) کے روزے کو خاص فضیلت حاصل ہے، ایک تحقیق کے مطابق رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے اس دن کا روزہ فرض تھا، بعد میں منسوخ ہو کر مستحب ہو گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی خاص دن روزہ کا اہتمام فرماتے ہو اور اس کو کسی دوسرے دن پر فضیلت دیتے ہوں سوائے اس دس محرم کے دن کے اور اس مہینے یعنی رمضان المبارک کے مہینے کے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ، يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَهَذَا الشَّهْرَ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ(۲)

اس حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے روزوں کے بعد نفلی روزوں میں عاشوراء کا روزے کا بڑا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاشوراء کے روزے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ عاشوراء (یعنی دس محرم) کا روزہ گزشتہ ایک سال کے (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔''

صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ، أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ، وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ، وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ، أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ۔(۳)

یہی وجہ ہے کہ رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے لوگ دس محرم کے دن روزہ

(۱) بخاری ۱/۴۸۱

(۲) الصحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۸۶۷، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء

(۳) صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۸۰۳ کتاب الصیام باب استحباب صیام ثلاثة من کل شهر

رکھا کرتے تھے اور دس محرم کے دن کعبہ کو غلام بھی پہنا جاتا تھا، پھر جب اللہ نے رمضان کے روزے فرض فرمادیئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دس محرم کا روزہ رکھنا چاہے وہ رکھ لے اور جو چھوڑنا چاہے وہ چھوڑ دے۔

"كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصُومُهُ، فَلَمَّا قَدِمَ المَدِينَةَ صَامَهُ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ"(۱)

تنہا دس محرم کا روزہ

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اس دن روزہ رکھنا کا حکم دیا تو صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ ایسا دن ہے کہ یہود ونصاریٰ اس کی بہت تعظیم کرتے ہیں (اور روزہ رکھ کر ہم اس دن کی تعظیم کرنے میں یہود ونصاریٰ کی موافقت کرنے لگتے ہیں، جب کہ ہمارے اور ان کے دین میں بڑا فرق ہے) آپ نے فرمایا کہ آئندہ سال ان شاء اللہ ہم نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھیں گے۔

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ آئندہ سال محرم سے پہلے ہی (ربیع الاول میں) آپ کا وصال ہوگیا۔

حِينَ صَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ يَوْمٌ تُعَظِّمُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: فَإِذَا كَانَ الْعَامُ المُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ، قَالَ: فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ المُقْبِلُ، حَتَّى تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ(۲)

(۱) صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۸۶۳، کتاب الصوم باب صیام یوم عاشوراء

(۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۷۲۲ باب أی یوم یصام فی عاشوراء

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے یہود کی مخالفت کی غرض سے تنہا دس محرم کا روزہ رکھنے کا ارادہ ترک فرما کر آئندہ سال دس محرم کے ساتھ نویں کا روزہ رکھنے کا ارادہ فرمایا، اور اگر دسویں محرم کے ساتھ نویں کے بجائے گیارہویں تاریخ کا روزہ ملا لیا جائے تب بھی کوئی حرج نہیں، اس کی تائید اور وضاحت خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت سے ہوتی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم عاشوراء کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو اور اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا بھی روزہ رکھو۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ صُومُوا یَوْمَ عَاشُورَاءَ وَخَالِفُوا فِیهِ الْیَهُودَ صُومُوا قَبْلَهُ یَوْمًا أَوْ بَعْدَهُ یَوْمًا (۱)

آپ ﷺ نے روزہ رکھنے میں بھی غیروں کی مشابہت سے منع فرمایا اور اس کو ناپسند کیا، مسلمان کو اس سے سبق لینا چاہیے کہ نبی ﷺ نے عبادت میں غیروں کی مشابہت سے منع فرمایا اور ہم اپنی عام زندگی میں غیروں کی مشابہت کو چھوڑنے تیار نہیں ہے، کپڑے اُن جیسے، زندگی گذارنے کے طریقوں میں اُن کی پیروی، شادی بیاہ میں اُن کی مشابہت، اسکول اور تعلیم ان کی، ہر ہر چیز میں ان کی نقالی ہو رہی ہے، ایسے امت کو اپنے نبی ﷺ کی سفارش کیسے نصیب ہوگی!

اگر کوئی یہ کہے کہ اس زمانہ میں یہودی روزہ کہاں رکھتے ہیں لہذا ایک دن کا رکھ لیں تو کوئی حرج نہیں، یہ بالکل نامناسب بات ہے، جب نبی ﷺ نے اپنی تمنا ظاہر کردی کہ میں آئندہ سال نو یا گیارہ کا روزہ بھی ملالوں گا، تو ہمارے لیے اولی یہی ہے کہ دو دن کا روزہ رکھے لیکن اگر کوئی تنہا صرف دس محرم کا روزہ رکھے تو وہ بھی گناہ گار نہیں؛ بل کہ ثواب کا مستحق ہے البتہ اس کے مقابلہ میں زیادہ بہتر یہ ہے کہ نویں یا گیارہویں کا بھی روزہ رکھ لے۔

---

(۱) مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۱۵۴

عاشوراء سے متعلق من گھڑت واقعات

عاشوراء کے دن کی فضیلت صرف اسی وجہ سے ہے جو بیان کی گئی ہے، ذخیرہ احادیث میں پانچ صحابہ کرامؓ کی روایات اس سلسلہ میں ملتی ہے، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت سعید الشامیؓ، حضرت انسؓ، حضرت علیؓ اور تابعین میں سے حضرت قتادہ، حضرت وہب بن منبہ، حضرت زید العمی رحمہم اللہ سے مرسل روایات منقول ہیں۔

ان روایات میں وقائع دو طرح کے ہیں ا:۔ایک وہ جن کا تعلق خدا کی تخلیق سے ہے، یعنی اللہ تعالی نے فلانی فلانی چیز عاشوراء کے دن پیدا کی، جیسے زمین آسمان عرش کرسی لوح وقلم وغیرہ وغیرہ، ان امور سے ابھی یہاں تعرض نہیں کیا جائے گا، اگرچہ یہ امور ثابت نہیں ہیں۔

۲۔دوسرے وہ واقعات جو انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف منسوب ہیں، وہ مختلف روایات جمع کرنے سے تقریبا ۱۴ انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب کئے گئے ہیں، بعض انبیاء کی طرف متعدد باتیں منسوب کی گئیں، جن کی یہ فہرست ہے:

ا:۔حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش، اور اس دن ان کی توبہ قبول ہونا۔(۱)

۲۔حضرت نوح علیہ السلام کی نجات، اور کشتی کا جودی پہاڑ پر جاکر ٹھیرنا۔(۲)

۳۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش، اور آگ سے نجات۔(۳)

۴۔حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دنبہ کے ذریعہ فداء۔

۵۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، تورات کا نزول، بنی اسرائیل کی نجات، دریا پار کرنا، اور فرعون کا غرق۔(۴)

(۱)تفسیر قرطبی ا/۲۲۲، عمدۃ القاری ۱۱/۱۱۸، لطائف المارف، ص ۳۵

(۲)فتح الباری ۴/۳۱۰ (۳)عمدۃ القاری ماثبت بالسنۃ (۴)لطائف المعارف، ص ۳۱

(۵)عمدۃ القاری ۱۱/۱۱۸ (۶)عمدۃ القاری ۱۱/۱۱۸

۶۔حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے نکلنا،اوران کی قوم کی توبہ قبول ہونا۔
۷۔حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالینا۔
۸۔حضرت ایوب علیہ السلام کا شفایاب ہونا۔(۵)
۹۔حضرت داودؑ کی فیصلہ والی غلطی معاف ہونا۔
۱۰۔حضرت سلیمان علیہ السلام کا حکومت وسلطنت پر فائز ہونا۔(۶)
۱۱۔حضرت یوسف علیہ السلام کا قید خانہ سے نکلنا۔
۱۲۔حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس لوٹنا۔
۱۳۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش،اورآسمان پر اٹھالینا۔(۱)
۱۴۔حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش،اوراگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت کی بشارت۔(۲)

ان واقعات میں سے پایۂ ثبوت تک پہنچ نے والاصرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون سے نجات کاواقعہ ہے،جو بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما،کتب احادیث میں صحیح سند سے مروی ہے۔

فرعون سے نجات کاواقعہ

بنی اسرائل جب اپنے نبی کے ساتھ چھ لاکھ کی تعداد میں جو بال بچوں کے علاوہ تھی، مصر سے نکل کھڑے ہوئے اورفرعون کو یہ خبر پہنچی تواس نے بڑا ہی تاؤ کھایااورزبردست لشکر جمع کرکے اپنے تمام لوگوں کو لے کران کا پیچھا کیا،اپنے پورے ملک میں کسی صاحب حیثیت شخص کو باقی نہیں چھوڑا تھا۔

یہ تیزی سے بنی اسرائیل کا پیچھا کررہا تھا۔ٹھیک سورج چڑھے،دونوں قافلوں

(۱)عمدۃالقاری ۱۱/۱۱۸
(۲)عمدۃالقاری ۱۱/۱۱۸

نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا، بنی اسرائیل گھبرا گئے اور موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے: فَلَمَّا تَرَاءَى الجمعَانِ قَالَ أَصْحَابُ مُوسَىٰ إِنَّا لَمُدْرَكُونَ (۱) "لو اب پکڑ لیے گئے" کیونکہ سامنے دریا تھا اور پیچھے فرعون کا لشکر نہ آگے بڑھ سکتے تھے نہ پیچھے ہٹ سکتے تھے۔ آگے بڑھتے تو ڈوب جاتے پیچھے ہٹے تو قتل ہوتے۔

موسیٰ علیہ السلام نے انہیں اطمینان دلایا اور فرمایا: كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ "میں اللہ کے بتائے ہوئے راستے سے تمہیں لے جا رہا ہوں، میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ مجھے کوئی نہ کوئی نجات کی راہ بتلا دے گا تم بے فکر رہو۔

اسی وقت وحی ربانی آئی کہ "اپنی لکڑی دریا پر مار دے"۔ آپ علیہ السلام نے یہی کیا۔ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ اس وقت پانی پھٹ گیا، راستے دے دیئے اور پہاڑوں کی طرح پانی کھڑا ہو گیا۔ ان کے بارہ قبیلے تھے بارہ راستے دریا میں بن گئے۔ فَاضْرِبْ لهمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تخافُ دَرَكًا وَلَا تخشَىٰ (۲) تیز اور سوکھی ہوائیں چل پڑیں جس نے راستے خشک کر دیئے اب نہ تو فرعونیوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہونے کا کھٹکا رہا نہ پانی میں ڈوب جانے کا۔ ساتھ ہی قدرت نے پانی کی دیواروں میں طاق اور سوراخ بنا دیئے کہ ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ کو بھی دیکھ سکے۔ تاکہ دل میں یہ خدشہ بھی نہ رہے کہ کہیں وہ ڈوب نہ گیا ہو۔

بنی اسرائیل ان راستوں سے جانے لگے اور دریا پار اتر گئے۔ انہیں پار ہوتے ہوئے فرعونی دیکھ رہے تھے۔ جب یہ سب کے سب اس کنارے پہنچ گئے، اب لشکر فرعون بڑھا اور سب کے سب دریا میں اتر گئے ان کی تعداد کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس ایک لاکھ گھوڑے تو صرف سیاہ رنگ کے تھے جو باقی رنگ کے تھے ان کی تعداد کا اندازہ

(۱) الشعراء: ۶۱

(۲) طٰہٰ: ۷۷

کرلیا جائے، اس نے اپنے ساتھیوں کو آواز لگائی کہ بنی اسرائیل گزر گئے اور تم یہاں ٹھہر گئے۔ چلو ان کے پیچھے اپنے گھوڑے بھی میری طرح دریا میں ڈال دو۔ اسی وقت ساتھیوں نے بھی اپنے گھوڑوں کو دریا میں میں ڈالدیا، سب دریا میں اتر گئے۔ جب یہ سب اندر پہنچ گئے اور ان کا سب سے آگے کا حصہ دوسرے کنارے کے قریب پہنچ چکا، اسی وقت جناب باری قادر وقیوم کا دریا کو حکم ہوا اب مل جا اور ان کو ڈبو دے۔

پانی کے پتھر بنے ہوئے پہاڑ فوراً پانی ہو گئے اور اسی وقت یہ سب غوطے کھانے لگے اور فوراً ڈوب گئے ان میں سے ایک بھی باقی نہ بچا، فرعون جب موجوں میں پھنس گیا اور سکرات موت کا اسے مزہ آنے لگا تو کہنے لگا کہ میں لاشریک رب واحد پر ایمان لاتا ہوں۔ جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ عذاب کے آجانے کے بعد ایمان سود مند نہیں ہوتا، اللہ نے اسے غرق کرکے اس کے ظلم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو نجات عطا فرمائی۔(۱)

اس کے علاوہ چار واقعات اسانید ضعیفہ سے وارد ہوئے ہیں، ضعف سند کے ساتھ ان کا کچھ اعتبار کر سکتے ہیں، وہ یہ ہیں ۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہونا ۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کی طوفان سے نجات۔ ۳۔ فرعون کے جادوگروں کی توبہ قبول ہونا۔ ۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش۔

بقیہ جتنے بھی واقعات اور فضائل عاشوراء کی طرف منسوب کئے گئے، وہ سب غیر مستند، جھوٹے اور من گھڑت ہیں ان کے بیان کرنے سے احتراز ضروری ہے۔

دس محرم کو اہل وعیال پر سعت کرنا

یوم عاشوراء کو اہل وعیال پر زیادہ خرچ کرنے کی بڑی فضیلت احادیث میں آئی ہے۔

(۱) ملخص از تفسیر ابن کثیر تحت سورہ یونس: ۹۰

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ جو اپنے آپ پر اور اپنے گھر والوں پر عاشوراء کے دن (کھانے پینے وغیرہ میں) کشادگی وفراخی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر پورے سال کشادگی وفراخی فرمائیں گے۔

من وسّع علی نفسه واهله یوم عاشوراء وسّع الله علیه سائر سنته۔ قال جابر جربناه فوجدناه کذالک (١)

البتہ بعض حضرات نے اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے اور اس کو منکر کہا ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے، بالخصوص جب کہ اس کی تائید دیگر احادیث وآثار سے بھی ہوتی ہے تو اس مضمون کو منکر قرار دینے کے کوئی معنیٰ نہیں۔

چناں چہ دس محرم کے بارے میں اسی طرح کی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی سند سے بھی مروی ہے(٢) نیز حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی اسی قسم کا مضمون مروی ہے(٣) ایسے ہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

وہ حدیث اگرچہ سند کے لحاظ سے کمزور ہے لیکن اس کے دوسرے شواہد موجود ہیں، اس لیے یہ ساری احادیث ایک دوسرے کے ساتھ مل کر قوت حاصل کر لیتی ہے۔

چناں چہ امام بیہقیؒ مختلف سندوں سے احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ سندیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن جب بعض کو بعض کے ساتھ ملایا جاتا ہے تو قوت حاصل کر لیتی ہے۔

هذه الاسانید وان کانت ضعیفة فهی اذاضُم بعضهاالی بعض أخذت قوة (٤)

(١) الاستذکار لجامع لمذاهب فقهاالامصار، کتاب الصیام، باب صیام یوم عاشوراء
(٢) المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر: ١٠٠٠٧، شعب الایمان للبیهقی، حدیث نمبر: ٣٥١٣
(٣) شعب الایمان للبیهقی، حدیث نمبر: ٣٥١٤، معجم ابن العربی حدیث نمبر: ٢٢٢
(٤) شعب الایمان للبیهقی ج ٥ ص ٣٣٣ تحت حدیث نمبر ٣٥١٥، کتاب الصوم

جمہور نے اس حدیث کو قابل عمل قرار دیا ہے، اس لیے اگر کوئی شخص اس پر عمل کرے گا تو خیر سے ہرگز محروم نہ ہوگا۔

چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے اس حدیث کو صحیح اور اکثر نے قائلین وضع کے دلائل کے جوابات کے ساتھ قوی دلائل سے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، جن میں علامہ بیہقیؒ ابوالفضل العراقیؒ، علامہ نورالدین السمہودیؒ علامہ ابن العراق الکنانیؒ، ملا علی قاریؒ اور علامہ عبدالحی لکھنویؒ خاتمۃ المحققین سرفہرست ہیں۔ نیز عملی طور پر بھی اس حدیث کا صحیح ہونا ثابت ہے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو اس کو اسی طرح پایا۔

سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں: "ہم نے ساٹھ سال اس حدیث کا عملی تجربہ کیا تو اسے صحیح پایا"۔(۱)۔

یوم عاشوراء کو کھانا کھلانے سے متعلق سوال

سوال: محرم کی دس تاریخ کی تخصیص کے ساتھ دسترخوان وسیع کرنا یعنی غرباء ومساکین یا اعزاء واقارب کو کھانا کھلانا، جبکہ اس امر کے کرنے میں کسی خلاف شرع عمل کا دخل نہ ہو اور نیت صرف اللہ کی رضا اور حصولِ ثواب ہو، تو کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟ کیا خاص طور پہ محرم کی دس تاریخ کو دسترخوان وسیع کرنے کی کوئی فضیلت وارد ہوئی ہے؟

جواب: دسویں محرم کو ثواب کی نیت سے غریبوں ومساکین کو یا اعزہ واقربا کو کھانا کھلانے کی کوئی فضیلت وارد نہیں ہوئی؛ ہاں وسعتِ رزق کی امید سے اپنے اہل وعیال کے لیے دسترخوان وسیع کرنے کی فضیلت وارد ہوئی ہے؛ اس لیے اگر کوئی شخص وسعت رزق کی امید سے اپنے اہل وعیال کے لیے محرم کی دسویں تاریخ کو دسترخوان وسیع کرتا ہے تو یہ جائز؛ بلکہ مستحسن ومندوب ہے۔

---

(۱) منہاج السنۃ 8 / : 149

بیہقی نے"شعب الایمان (رقم:۳۵۱۵) میں طبرانی نے"المعجم الکبیر(رقم:۱۰۰۰۷) میں ان الفاظ کے ساتھ محرم کی دسویں تاریخ کو دسترخوان وسیع کرنے کی فضیلت کے سلسلے میں حدیث نقل کی ہے :من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه في سائر سنته (شعب) لم يزل في سعة سائر سنته جو شخص عاشوراء کے دن اہل وعیال کے لیے وسعت اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ پورے سال اس کے لیے وسعت کرے گا۔ یہ حدیث فضائل کے باب میں قابل عمل ہے، متعدد محدثین اور شراحِ حدیث نے اس کی تصریح کی ہے۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ "المقاصد الحسنہ" میں لکھتے ہیں :حديث مَنْ وَسَّعَ عَلَى عِيَالِهِ فِي يَوْمِ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ السَّنَةَ كُلَّهَا، الطبرانى فى الشعب وفضائل الأوقات، وأبو الشيخ عن ابن مسعود، والأولان فقط عن أبى سعيد، والثانى فقط فى الشعب عن جابر وأبى هريرة، وقال :إن أسانيده كلها ضعيفة، ولكن إذا ضم بعضها إلى بعض أفاد قوة، بل قال العراقى فى أماليه :لحديث أبى هريرة طرق، صحح بعضَها ابن ناصر الحافظ، وأورده ابن الجوزى فى الموضوعات من طريق سليمان ابن أبى عبد اللّٰه عنه، وقال: سليمان مجهول، وسليمان ذكره ابن حبان فى الثقات، فالحديث حسن على رأيه، قال :وله طريق عن جابر على شرط مسلم، أخرجها ابن عبد البر من رواية الزبير عنه، وہى أصح طرقه، ورواه ہو والدارقطنى فى الأفراد بسند جيد، عن عمر موقوفا والبيهقى فى الشعب من جهة محمد بن المنتشر، قال: كان يقال، فذكره، قال :وقد جمعت طرقه فى جزء، قلت :واستدرك عليه شيخنا -رحمه اللّٰه- كثيرا لم يذكره، وتعقب اعتماد ابن الجوزى فى الموضوعات قول العقيلى فى ہيضم بن شداخ راوى حديث ابن مسعود:

إنه مجهول بقوله :بل ذكره ابن حبان في الثقات والضعفاء. (المقاصد الحسنة :۴/۶۷۵، ط :دار الكتاب العربي، ط :بيروت) اور حافظ بن حجر نے "الأمالي المطلقة" میں اس حدیث پر تفصیلی بحث کے ضمن میں فرمایا :وله شواهد عن جماعة من الصحابة، منهم عبد الله بن مسعود وعبد الله بن عمر وجابر وأبوهريرة وأشهرها عبد الله بن مسعود الخ (الأمالي المطلقة ۱۰/ ۲۸، ط : المکتب الاسلامی، بیروت) نیز دیکھیں :الیواقیت الغالیۃ (۱/ ۲۰۷، ط :برطانیہ) وامداد الفتاوی (۵/ ۲۸۹، ط :زکریا) وفتاوی دارالعلوم (۱۸/ ۵۳۹) واحسن الفتاوی (۱/ ۳۹۵، ط :زکریا) (۱) واللہ تعالیٰ اعلم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

لیکن یہ ملحوظ رہے کہ چیزیں جس درجہ میں ثابت ہیں ان کو اسی درجہ میں رکھ کر ماننا اور عمل کرنا چاہیے، ان کو ان کے درجے سے بڑھانا نہیں چاہیے۔

آج کل اس حدیث سے ثابت شدہ عمل کے بارے میں عام طور پر بہت سے لوگ افراط وتفریط (کمی زیادتی) کا شکار ہیں، بعض تو بالکل اس حدیث کو ثابت نہیں مانتے جب کہ بعض لوگ اس کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ فرائض وواجبات ادا کرنے اور گناہ اور حرام کاموں سے بچنے کے مقابلے میں اس قسم کی کھانے پینے کی چیزوں کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں اور اس کو اپنے درجے سے بڑھا دیتے ہیں، اور صرف اسی عمل کو سارے سال کی روزی میں برکت کا یقینی ذریعہ سمجھتے ہیں۔

حالاں کہ بعض اوقات گناہوں کی وجہ سے بھی انسان کی روزی تنگ ہو جاتی ہے اس لیے اس حدیث کے بارے میں درمیانی راہ اختیار کرنی چاہیے اور وہ یہ ہے کہ نہ اس حدیث کا انکار کیا جائے اور نہ اس عمل کو فرض اور واجب کا درجہ دیا جائے؛ بل کہ دنیوی برکت کا ایک عمل سمجھا جائے اور نہ کرنے پر اپنے آپ کو اور دوسروں کو گناہ گار یا قابل ملامت نہ خیال

(۱) Fatwa ID: 83-127/Sn=2/1437-U) آن لائن دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

کیا جائے۔ یہ بھی خیال نہ کیا جائے کہ یہ عمل نہ کیا ئے جائے تو تمام سال بے برکتی رہتی ہے۔

اسی طرح اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرنا،فضول خرچی کرنا یا اس کے لیے قرض لینا یا کسی خاص قسم کے کھانے کو لازم وضروری سمجھنا درست نہیں ہے۔

نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ حدیث میں اپنے اہل وعیال پر وسعت کرنے کی قید لگائی گئی ہے،اس لیے یہ سمجھنا کہ جب تک اہل وعیال کے ساتھ علاقے اور محلے والوں کو شامل نہ کیا جائے گا یا بڑی بڑی دیگیں نہ اتاری جائیں گی،یا مختلف قسم کی سبیلیں نہ لگائی جائیں گی یہ مقصد حاصل نہ ہوگی،یہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔کیوں کہ اہل وعیال میں علاقے اور محلے والے شامل نہیں ہوتے۔اگر گناہوں سے بچنے اور توبہ کے ساتھ اس دن صرف اپنے گھر کی حد تک بغیر قرض لیے حلال مال سے کوئی اچھا کھانا تیار کرلے تو یہ عمل جائز بل کہ بہتر ہے؛لیکن اس کو بھی فرض واجب کا درجہ نہ دیا جائے۔(۱)

اس کے علاوہ قرآن مجید اور صحیح احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نیک اعمال اور توبہ استغفار سے رزق میں برکت اور بداعمالیوں اور گناہوں سے رزق میں تنگی ہوتی ،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں۔

وَمَنۡ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ(۲)

اس لیے ضروری امر یہ ہے کہ اللہ کا ڈر دلوں میں پیدا کریں اور احکام خداوندی پر عمل کریں یہی چیز ہے جو رزق میں کشادگی کا یقینی سبب ہے۔

۞۞۞

(۱) ماہ محرم الحرام کے فضائل واحکام: ۹۳،۹۵ مطبوعہ: ادارہ غفران راولپنڈی

(۲) سورہ طلاق،رقم الآیۃ: ۲

ماہِ محرم وعاشوراء میں ہونے والے منکرات

اوپر کی تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ماہ محرم اور یوم عاشوراء بہت ہی بابرکت اور مقدس مہینہ ہے؛ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اس باعظمت مہینہ میں زیادہ سے زیادہ عبادات میں مشغول ہو کر خدائے تعالیٰ کی خاص الخاص رحمت کا اپنے کو مستحق بنائیں؛ مگر ہم نے اس مبارک مہینہ کو خصوصاً یوم عاشوراء کو طرح طرح کی خود تراشیدہ رسومات و بدعات کا مجموعہ بنا کر اس کے تقدس کو اس طرح پامال کیا کہ الامان والحفیظ، اس ماہ میں ہم نے اپنے کو کئی ایک خرافات کا پابند بنا کر بجائے ثواب حاصل کرنے کے الٹا معصیت اور گناہ میں مبتلا ہونے کا سامان کرلیا ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ جس طرح اس ماہ میں عبادت کا ثواب زیادہ ہو جاتا ہے، اسی طرح اس ماہ کے اندر گناہوں کے وبال وسزا کے بڑھ جانے کا بھی اندیشہ ہے؛ اس لیے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اس محترم مہینہ میں ہر قسم کی بدعات وخرافات سے احتراز کرے۔ ذیل میں مختصر انداز میں اس ماہ کی چند بدعات ورسومات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

ماہِ محرم کو نحوست یا رنج کا مہینہ سمجھنا

اسلام کے اصول اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے ثابت ہے کہ کوئی زمانہ، دن یا تاریخ اپنی ذات میں منحوس نہیں اور نہ غمی کا کوئی واقعہ پیش آنے سے زمانہ منحوس بن جاتا ہے، زمانہ تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اس کی طرف نحوست یا برائی کو منسوب کرنے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ بنی آدم مجھے تکلیف دیتا ہے (یعنی میری شان کے خلاف بات کہتا ہے، وہ اسطرح کہ) وہ زمانہ کو برا کہتا ہے، حالاں کہ زمانہ میں ہوں (یعنی زمانہ میرے تابع ہے) میرے قبضۂ

قدرت میں تمام حالات اور زمانے ہیں اور میں ہی رات دن کو پلٹتا ہوں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ :قَالَ النَّبِيُّ ﷺ :قَالَ اللهُ تَعَالٰى :يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ: ، وَأَنَا الدَّهْرُ، بِيَدِي الأَمْرُ، أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ (۱)

لہذا اس مہینے کو رنج وغم کا اور منحوس مہینہ نہیں کہنا چاہیے، یہ الگ بات ہے کہ اس مہینے میں کربلا کا واقعہ پیش آیا، جس میں نواسۂ رسول ﷺ اور دوسری عظیم شخصیات کو بے دردی سے شہید کیا گیا؛ مگر اس کی وجہ سے یہ مہینہ ہمیشہ کے لیے رنج وغم کا نہیں ہوگا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے اس مہینے کو منحوس سمجھنے سے یہ لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ شہادت کوئی بری یا منحوس چیز ہے، جب کہ شرعی اعتبار سے شہادت ایک عظیم الشان اور سعادت والا عمل ہے جو ایک کو میسر نہیں آتا۔(۲)

شہید کے لیے بڑے اجر وانعام اور بڑی خوشخبریاں قرآن وحدیث میں آئی ہیں، جس کا یہاں موقع نہیں ہے۔

ماہِ محرم میں سیاہ لباس پہننا

حضور پاک ﷺ سے عام حالات میں کالی چادر یا کالا عمامہ پہننا ثابت ہے، لیکن مکمل کالا لباس پہننا ثابت نہیں ہے تاہم کسی روایت میں مکمل کالا لباس پہننے کی ممانعت بھی نہیں آئی ہے، اس لیے فی نفسہ کالا لباس پہننا عام حالات میں جائز ہے؛ البتہ محرم میں چوں کہ شیعہ لوگ کالا لباس بہ طورِ اظہارِ غم وماتم پہنتے ہیں اس لیے اس مہینے میں ان کی مشابہت سے بچنے کے لیے کالے لباس سے بچنا ضروری ہوگا۔

حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے ''جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں شمار ہوتا ہے''۔ گویا قیامت کے دن بھی انہیں لوگوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔

---

(۱) صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۴۴۵۲، کتاب تفسیر القرآن، باب و مایھلکنا الا الدھر

(۲) ماہِ محرم الحرام کے فضائل واحکام: ۱۲۱، مطبوعہ: ادارہ غفران راولپنڈی

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (۱)

ماہِ محرم میں شادی بیاہ کرنا

محرم الحرام کے مہینے کو غم اور نحوست کا مہینہ سمجھ کر اس میں سوگ منانے کے نتیجے میں بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ محرم کے مہینے کوئی خوشی کی تقریب اور شادی بیاہ کرنا جائز نہیں ہے، ورنہ وہ کام منحوس ہو جائے گا اور اس میں خیر و برکت نہیں رہے گی، یا اچھے نتائج نہیں آئیں گے، یہ سوچ بالکل درست نہیں ہے کیوں کہ شریعت میں کہیں بھی کسی مہینے اور دن کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس میں شادی بیاہ یا کسی خوشی کی تقریب سے منع نہیں کیا گیا۔

اس مہینے میں تو عبادتوں کا خوب اہتمام کرنا چاہیے جس کا بڑا ثواب اور اس میں عبادت کی بڑی برکتیں ہیں اور نکاح بھی ایک اہم عبادت ہے تو اس مہینے میں نکاح کی عبادت بھی زیادہ ثواب اور برکت کا باعث ہوگی بل کہ اس مہینے کی برکت سے نکاح کا یہ رشتہ زیادہ پائیدار ہو سکتا ہے۔

اگر کربلا کے اس المناک واقعے کی وجہ اس ماہ میں نکاح کرنے کو منحوس سمجھا جا رہا ہے تو حضور پاک ﷺ کی زندگی میں پیش آنے والے غمناک واقعات کی وجہ سے ان مہینوں اور دنوں میں بھی نکاح کو منحوس سمجھا جانا چاہیے تھا، حالاں کہ آپ ﷺ نے کسی دن یا مہینے میں نکاح سے منع نہیں کیا بل کہ اسلام کی گزشتہ صدیوں میں بارہ مہینوں میں کوئی بھی ایک مہینہ ایسا نہیں ملے گا جس میں عموماً رنج وغم کا اور ناخوشگوار کوئی واقعہ پیش نہ آیا ہو، اس طرح تو پھر کسی بھی مہینے میں شادی کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔

ربیع الاول میں سرورِ کائنات سیدُ المرسلین خاتم النبیین حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے پیارے نانا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے روحانی وجسمانی والد ماجد نبی کریم ﷺ دنیا سے

(۱) سنن ابی داود کتاب اللباس باب فی لبس الشهرة، رقم الحديث: ۴۰۳۳

رخصت ہو گئے، جس پر عظیم الشان ہستیاں آبدیدہ ہوگئیں، باہمت و بہادر لوگ غم سے نڈھال ہو گئے۔

اس کے باوجود اس مہینے میں نہ کسی صحابی یا اللہ والے نے شادی بیاہ وغیرہ سے منع کیا اور نہ ہی مسلمان منع سمجھتا ہے۔

شوال میں سیدُ الشہدا حضرت امیر حمزہؓ کو شہید کیا گیا، آپ کا مبارک جسم کئی ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا۔ نبی ﷺ کے ستّر صحابہؓ کو شہید کیا گیا، ان کی لاشوں کی بے حرمتی کی گئی، ستّر گھر اجڑ گئے، ان تمام باتوں کے باوجود اسی مہینے کی ایک تاریخ کو ہر سال پوری دنیا کے مسلمان عید الفطر کی خوشیاں مناتے ہیں اس مہینے میں شادی بھی کرتے ہیں، اور کسی نے اس سے منع نہیں کیا۔(۱)

اس کے علاوہ دیگر مہینوں میں بھی حادثات پیش آتے رہے لیکن کسی مہینے میں کسی خوشی کے کام سے کسی نے نہیں روکا۔

ماتم کی مجلس اور تعزیہ کے جلوس میں شرکت

عشرۂ محرم میں مسلمانوں کی بڑی تعداد ماتم کی مجلسوں میں، اسی طرح دسویں تاریخ کو تعزیہ کے جلوس کا نظارہ کرنے کے لیے جمع ہو جاتی ہے، اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے؛ حالانکہ اس کے اندر کئی گناہ ہیں:

(۱) ایک گناہ تو اس میں یہ ہے کہ ان جلوسوں میں شرکت کرنے سے دشمنانِ صحابہؓ کی رونق بڑھتی ہے؛ جبکہ دشمنوں کی رونق بڑھانا حرام ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنهمْ" (۲) یعنی جس نے کسی قوم کی رونق بڑھائی وہ انھیں میں سے ہے۔

(۲) دوسرا گناہ اس میں یہ ہے کہ جس طرح عبادت کا کرنا اور دیکھنا اور اس سے خوش

(۱) ملخص از: ماہِ محرم الحرام کے فضائل و احکام: ۱۵۲ م ادارہ غفران راولپنڈی

(۲) کنز العمال ۹/۳۶

ہونا باعثِ اجر وثواب ہے، اسی طرح گناہوں کے کاموں کو بخوشی دیکھنا بھی گناہ ہے، ظاہر ہے کہ ماتم کی مجلس میں جانا اور تعزیہ نکالنا یہ سب گناہ کے کام ہیں۔

(۳) تیسرا گناہ یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے، وہاں اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے اور ایسی غضب والی جگہ پر جانا بھی گناہ سے خالی نہیں، غرض کہ ان مجلسوں اور جلوسوں سے بھی احتراز کرنا لازم ہے۔(۱)

تعزیت کے اصل معنیٰ مصیبت کے وقت تسلی دینا، صبر کی تلقین کرنا اور میت کے لیے مغفرت کی دعا کرنا ہے۔

یہ تعزیت ان لوگوں سے کی جاتی ہے جو کسی مصیبت میں مبتلا ہو مثلاً ان کا کوئی قریبی عزیز فوت ہو گیا ہو۔

اکثر فقہاء کے نزدیک عام حالات میں تعزیت کے تین دن ہیں؛ کیوں کہ اس وقت غم تازہ ہوتا ہے اور تسلی کی ضرورت ہوتی ہے پس کسی کے فوت ہونے کے بعد تین دن کے اندر اندر تعزیت کر لینی چاہیے اور بلا عذر تین دن سے زیادہ مؤخر نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ اس سے غم تازہ ہوتا ہے، جو بہت سے کاموں میں مخل بنتا ہے۔(۲)

حضرت ام حبیبہؓ کے قریبی رشتہ دار کا انتقال ہو گیا تین دن کے بعد انھوں نے خوشبو منگوا کر لگایا، اور فرمایا کہ مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں تھی، لیکن میں تمہیں بتلانا چاہتی ہوں کہ تین دن سے زائد غم منایا نہیں جا سکتا ہے۔

شوہر کا انتقال ہو تو بیوی چار مہینہ دس دن سوگ منائے گی، اگر کسی قریبی رشتہ دار کا انتقال ہو تو صرف تین دن، چوتھے دن بھی اگر کوئی غم مناتا ہے تو وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند نہیں ہے، اسلام میں خوشی اور غم منانے میں بھی حد بندی ہے۔

اس کے علاوہ محرم میں جو شیعہ حضرات ماتم کرتے ہیں اور تعزیہ نکالتے، اہلِ سنت

(۱) مستفاد احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۹۳، خیر الفتاویٰ ۱/ ۳۳۶

(۲) ماہِ محرم الحرام کے فضائل و احکام: ۱۹۳م، ادارہ غفران، راولپنڈی

والجماعت اس کے قائل نہیں ہے،اہل سنت والجماعت کے نزدیک تعزیہ کے ساتھ کوئی ایسی حرکت کرنا جائز نہیں جو شریعت کے خلاف ہو،یا اس سے تعزیہ کی عبادت لازم آتی ہو،مثلاً تعزیہ کو سجدہ کرنا،مرادیں مانگنا،اپنی حاجات طلب کرنا اور اس کو حاجت پوری کرنے والا سمجھنا،نذریں چڑھانا،ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا،بیماری سے شفایابی کے لیے ان پر بیٹھنا یا ان کے نیچے سے گزرنا وغیرہ،کیوں کہ اللہ کے علاوہ کسی کی بھی عبادت اور اس کے اس طرح کا تعلق اسلام میں جائز نہیں۔

محرم کے دنوں میں اس انداز میں شہادتِ حسین کے قصے سننا اور سنانا بھی اہل سنت والجماعت کے نزدیک منع ہیں کہ جس سے غم تازہ ہوتا ہو۔

ایصالِ ثواب،کھانا کھلانا اور پانی پلانا

اسلام میں کوئی نیک کام کر کے میت کو ثواب پہنچانے کی بڑی فضیلت ہے،خواہ وہ نیک کام عبادتِ مالیہ ہو جیسے صدقات وخیرات کرنا اور کھانا کھلانا وغیرہ یا عبادت بدنیہ ہو جیسے نماز اور تلاوتِ قرآن وغیرہ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ اسلام میں کون سا عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھانا کھلاؤ! جان پہنچان اور غیر جان پہنچان والے کو سلام کرو!

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ :أَيُّ الإِسْلاَمِ خَيْرٌ؟ قَالَ:تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلاَمَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ(۱)

اس جیسی بہت ساری احادیث ہیں جس سے دوسروں کو کھانا کھلانے ،ان کی ضروریات پوری کرنے اور صدقہ وخیرات کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

---

(۱) صحیح البخاری،باب اطعام الطعام من الاسلام،ج:۱ ص:۱۲

لیکن یہ فضیلت کسی زمانے اور دن کے ساتھ خاص نہیں ہے، جس وقت وقت بھی جو مسلمان اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق جب چاہے یہ اعمال انجام دے سکتا ہے۔

لہٰذا دس محرم کے دن اس کام کو خاص کرنا، سبیلیں لگانا، کھانا پکانے اور کھلانے پلانے کی اتنی پابندی کرنا کہ خواہ گرمی ہو یا سردی، ضرورت ہو یا نہ ہو، کھانے والے امیر ہو یا غریب ہر صورت میں اس کا اہتمام کرنا بالکل نامناسب طریقہ ہے، مالی عبادات میں ضرورت مند کی ضرورت کا لحاظ رکھ کر اگر خرچ کیا جائے تو زیادہ ثواب کا باعث ہے، مثلاً مریض کو دوا، مسافر کو کرایہ، بھوکے کو کھانا اور ننگے کو لباس جوتا، سردی میں بے سروسامان کو کمبل رضائی اور گرم لباس وغیرہ، غرض یہ کہ غریب کی ضرورت پوری کرنے کا خیال رکھا جائے۔

دس محرم کو خاص کھانے بنا کر کھلانے کو لازم سمجھنا یا یہ نعوذ باللہ یہ خیال کرنا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں بھوکے پیاسے شہید ہوئے تھے اور یہ شربت وکھانا ان کے پاس پہنچ کر ان کی بھوک پیاس بجھائے گا، یہ بڑی بے دینی کی بات ہے۔ کیوں کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ نعوذ باللہ شہدائے کربلا شہادت کے بعد صدیاں گزرنے کے باوجود بھی بھوکے پیاسے ہیں۔ حالاں کہ شہدا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''کہ وہ زندہ ہیں ان کو ان کے رب کے پاس سے روزی دی جاتی ہے''،''بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ''(۱)

دسویں محرم کو کھچڑا پکانا

بعض لوگ محرم کی دسویں تاریخ کو کھچڑا پکاتے ہیں، یہ بالکل ناجائز اور سخت گناہ ہے، البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خوشی میں خوارج دسویں محرم کو مختلف اناج ملا کر پکاتے تھے۔ ''فَكَانُوْا الٰى يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ يَطْبَخُوْنَ الْحبُوبَ'' (۲) معلوم ہوا کہ اس دن کھچڑا پکانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے

(۱) سورہ آل عمران: ۱۶۹

(۲) البدایہ والنہایہ ۸ / ۲۰۲، ۵۹۹ بیروتی

دشمنی رکھنے والوں کی ایجاد کردہ رسم ہے، اہل بیت سے الفت ومحبت رکھنے والوں کو اس رسم بعد سے بچنا نہایت ضروری ہے۔(۱)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کا صحیح فہم عطا فرمائے، اور ہر قسم کے گناہوں اور معصیتوں سے محفوظ فرمائے اور اپنی اور اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت واطاعت کی دولتِ عظمیٰ سے نوازے۔ آمین ثم آمین

(۱) فتاویٰ رشیدیہ ۱۳۸، خیر الفتاویٰ ۱/ ۵۵۸، بحوالہ جامع الفتاویٰ ۲۰/ ۵۸۸

ماہِ محرم کے چند اہم تاریخی واقعات

فتح خیبر

خیبر میں مختلف قلعے تھے جن میں یہود آباد تھے، ان میں سب سے مضبوط قلعہ قموص تھے جس کا محافظ مرحب نامی پہلوان تھا جو کئی افراد پر بھاری تھا، اس کے علاوہ بہت سارے قلعہ تھے، جن میں ایک قلعہ ناعم اور ایک مصعب بھی تھا۔

ماہِ محرم ۷ھ میں خیبر فتح ہوا، مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان یہ جنگ ہوئی جس میں مسلمان فتح یاب ہوئے۔ خیبر یہودیوں کا مرکز تھا جو مدینہ سے ۱۵۰ رکلومیٹر عرب کے شمال مغرب میں تھا جہاں سے وہ دیگر یہودی قبائل کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے، چنانچہ مسلمانوں نے اس مسئلہ کو ختم کرنے کے لیے یہ جنگ شروع کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باری باری حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں افوج اس قلعہ کو فتح کرنے کے لیے بھیجیں مگر کامیاب نہ ہوسکے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل میں اسے علم دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں، وہ شکست کھانے والا اور بھاگنے والا نہیں ہے، خدا اس کے دونوں ہاتھوں سے فتح عطا کرے گا، یہ سن کر اصحاب خواہش کرنے لگے کہ یہ سعادت انہیں نصیب ہو، اگلے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب کیا۔ صحابہ کرامؓ نے بتایا کہ انہیں آشوبِ چشم ہے؛ لیکن جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن ان کی آنکھوں میں لگایا جس کے بعد تازندگی انہیں کبھی آشوب چشم نہیں ہوا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ قلعہ پر حملہ کرنے کے لیے پہنچے تو یہودیوں کا مشہور پہلوان اگر وہ لڑنے آجائے تو کوئی اس کے سامنے ٹک نہیں سکتا، مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لیے اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھا۔

قد علمت خیبر انی مرحب　　　شاکی السلاح بطل مجرّبٌ

یعنی سارا خیبر جانتا ہے کہ میں مَرحَب ہوں، ہتھیار سے لیس ایک تجربہ کار بہادر ہوں

ادھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبان پر یہ اشعار جاری ہوتے ہیں۔

اَنا الذی سَمّتنی اُمّی حَیدَرَہ　　　کَلَیثِ غَابات کَرِیہِ المَنظَرَہ

یعنی میں وہ ہوں جس کی ماں نے میرا نام حیدر رکھا، جنگلات کے شیر کی طرح نہایت ڈراؤنا ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کے سر پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس کا خود اور سر درمیان سے دو ٹکڑے ہوگیا۔ اس کی ہلاکت پر خوفزدہ ہوکر اس کے ساتھی بھاگ کر قلعہ میں پناہ گزین ہوگئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قلعہ کا دروازہ جس کو بیس آدمی کھولتے تھے، اکھاڑ لیا اور اسے قلعہ کے دروازہ کے سامنے والی خندق پر رکھ دیا تاکہ افواج گھڑسواروں سمیت قلعہ میں داخل ہوسکیں، اس فتح میں ۹۳ ؍یہودی ہلاک ہوئے اور قلعہ فتح ہوگیا۔(۱)

اس فتح سے صحابہؓ کو بہت سامال غنیمت حاصل ہوا اور بڑی طاقت ملی، اس فتح کے ۱۸ ؍ماہ بعد فتح مکہ کا واقعہ پیش آیا۔

جنگ قادسیہ

ماہِ محرم ۱۴ھ میں جنگ قادسیہ ہوئی، کفار مسلسل شکست سے دوچار ہوکر نئے بادشاہ یزدگرد کی قیادت میں دوبارہ منظم ہوکر مسلمانوں سے مقابلہ کے لیے جمع ہوئے، حضرت عمرؓ نے بھی مقابلہ کے لیے عظیم الشان لشکر روانہ کیا، مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے اور کفار کا سپہ سالار مشہور زمانہ رستم تھا، تین دن کی سخت لڑائی کے بعد چوتھے دن مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔(۲)

---

(۱) المغازی واقدی جلد ۲؍صفحہ: ۷۰۰، تاریخ ابن کثیر جلد: ۳

(۲) ماہِ محرم الحرام کے فضائل واحکام: ۳۴۱

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی وفات

ماہِ محرم ۱۸ھ میں امین الامت حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی اسلامی غیرت اس درجہ تھی کہ غزوۂ بدر کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہ کے والد خود آپ کو تاک تاک کر نشان بنارہے تھے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر تک بچتے رہے لیکن جب وہ باز نہ آئے تو توحید کا جوش نسبی تعلق پر غالب آگیا اور ایکہی ہاتھ میں ان کا کام تمام کر دیا، یہ اسلام سے محبت کی نہایت سچی مثال تھی جس میں ماں باپ، بھائی بہن، غرض تمام رشتہ دار اگر اسلام کے خلاف تلوار اٹھادیں تو بالکل ایک اجنبی دشمن کی طرح نظر آتے ہیں(۱)

چنانچہ قرآن پاک نے آپ کی ان الفاظ میں داد دی۔ "لَا تجدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّاللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَاءَہُمْ اَوْ اَبْنَاءَہُمْ اَوْ اِخْوَانَہُمْ اَوْ عَشِیْرَتَہُمْ،اُولٰٓئِکَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَہُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ"(۲) تم نہ پاؤ گے اس قوم کو جو خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لائی کہ وہ خدا اور اس کے رسول کے مخالفین سے محبت رکھتے ہوں گے گو وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی یا ان کے کنبہ کے ہی کیوں نہ ہوں یہی وہ مسلمان ہیں جن کے دلوں کے اندر خدا نے ایمان نقش کر دیا ہے اور اپنے فیضان غیبی سے ان کی مدد کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو امین الامت کا لقب عطا فرمایا تھا۔

امین امت کی خاکساری اور تواضع کا اس سے اندازہ ہوگا کہ انہوں نے باوجود سپہ سالار اعظم ہونے کے جاہ وحشم سے کبھی سروکار نہ رکھا، رومی سفراء جب کبھی اسلامی لشکر گاہ میں آئے تو انہیں ہمیشہ سردارِ فوج کی شناخت میں دقت پیش آئی، ایک دفعہ ایک رومی قاصد آیا، وہ یہ دیکھ کر متحیر ہوگیا کہ یہاں سب ایک ہی رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں، بالآخر اس نے گھبرا کر

(۱) سیر الصحابہ جلد دوم: ۱۶۴، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

(۲) سورہ مجادلہ: ۲۲

پوچھا تھا سردار کون ہے؟ لوگوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کی طرف اشارہ کیا، دیکھا تو ایک نہایت معمولی وضع قطع کا عرب فرشِ خاک پر بیٹھا ہے۔ مساواتِ اسلامی کا حد درجہ خیال تھا، ان کے لشکر گاہ میں ایک معمولی مسلمان سپاہی کو بھی وہی عزت حاصل تھی جو ایک بڑے سے بڑے سردار کو ہوسکتی ہے، ایک دفعہ ایک مسلمان نے غنیم کے ایک سپاہی کو پناہ دی، حضرت خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن العاصؓ نے اس کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا؛ لیکن سپہ سالارِ اعظم حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا ہم اس کو پناہ دیتے ہیں؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک مسلمان سب کی طرف سے پناہ دے سکتا ہے۔

سنہ ۱۸ھ میں شام اور عراق میں طاعون عمواس کی سخت جان لیوا وباء پھیلی تھی اس وقت مسلمانوں کا ایک لشکر حضرت ابوعبید بن جراح کی امارت میں اس طرف کے علاقوں میں جہاد میں مصروف تھا کہ ہزاروں مسلمان اس وباء سے فوت ہو گئے، آپ رضی اللہ عنہ انتقال بھی اسی بیماری سے ہوا(۱)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

ماہِ محرم سنہ ۶۱ھ میں حضرت حسینؓ کی شہادت ہوئی۔

آپ کی عبادت، زہد، سخاوت اور آپ کے کمالِ اخلاق کے دوست و دشمن سب ہی قائل تھے۔ پچیس حج آپ نے پاپیادہ کیے۔ آپ میں سخاوت اور شجاعت کی صفت کو خود رسول اللہ نے بچپن میں ایسا نمایاں پایا کہ فرمایا ”حسین میں میری سخاوت اور میری جرأت ہے“۔ چنانچہ آپ کے دروازے پر مسافروں اور حاجتمندوں کا سلسلہ برابر قائم رہتا تھا اور کوئی سائل محروم واپس نہیں ہوتا تھا۔ اس وجہ سے آپ کا لقب ابوالمساکین ہو گیا تھا۔ راتوں کو روٹیوں اور کھجوروں کے پشتارے اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لے جاتے تھے اور غریب

(۱) ماہِ محرم الحرام کے فضائل واحکام: ۳۴۱

محتاج بیواؤں اور یتیم بچوں کو پہنچاتے تھے جن کے نشان پشت مبارک پر پڑ گئے تھے- ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ" جب کسی صاحب ضرورت نے تمہارے سامنے سوال کے لیے ہاتھ پھیلا دیا تو گویا اس نے اپنی عزت تمہارے ہاتھ بیچ ڈالی- اب تمہارا فرض یہ ہے کہ تم اسے خالی ہاتھ واپس نہ کرو، کم سے کم اپنی ہی عزتِ نفس کا خیال کرو" -

غلاموں اور کنیزوں کے ساتھ آپ عزیزوں کا سا برتاؤ کرتے تھے- ذرا ذرا سی بات پر آپ انہیں آزاد کر دیتے تھے- آپ کے علمی کمالات کے سامنے دنیا کا سر جھکا ہوا تھا- مذہبی مسائل اور اہم مشکلات میں آپ کی طرف رجوع کی جاتی تھی- آپ کی دعاؤں کا ایک مجموعہ صحیفہ حسینیہ کے نام سے اس وقت بھی موجود ہے آپ رحمدل ایسے تھے کہ دشمنوں پر بھی وقت آنے پر رحم کھاتے تھے اور ایثار ایسا تھا کہ اپنی ضرورت کو نظر انداز کر کے دوسروں کی ضرورت کو پورا کرتے تھے- ان تمام بلند صفات کے ساتھ متواضع اور منکسر ایسے تھے کہ راستے میں چند مساکین بیٹھے ہوئے اپنے بھیک کے ٹکڑے کھا رہے تھے اور آپ کو پکار کر کھانے میں شرکت کی دعوت دی تو فوراً زمین پر بیٹھ گئے- اگرچہ کھانے میں شرکت نہیں فرمائی، اس بنا پر کہ صدقہ آلِ محمد پر حرام ہے مگر ان کے پاس بیٹھنے میں کوئی عذر نہیں ہوا-

اہل عراق نے یزید کے فسق وفجور، شراب نوشی اور ظلم سے تنگ آ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی حمایت کے خطوط لکھے اور ان کی طرف وفود بھیجے کہ ہم آپ کی بیعت کر کے یزید سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں، لیکن جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو انھوں نے سب چیزوں سے انکار کر کے حضرت حسینؓ کی مخالفت شروع کر دی اور یزید کے امراء کے ساتھ کوفہ سے باہر نکل کر کربلا کے مقام پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان ساتھیوں کو بے رحمی اور دردی سے شہید کر دیا اور سب کے سر کاٹ کر یزید کی طرف سے کوفہ کے گورا ابن زیاد کے سامنے پیش کیے۔(۱)

---

(۱) ماہِ محرم الحرام کے فضائل واحکام: ۳۴۳

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی وفات

ماہِ محرم ۷۴ھ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی وفات ہوئی۔

آپ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے اور تفسیر، حدیث اور فقہ کے امام تھے، حج کے زمانے میں طواف کے دوران ایک شخص کے نیزے کی زہر آلود نوک ان کے پاؤں میں چبھ گئی اور اس کا زہر سارے جسم میں سرایت کرگیا اور اگلے مہینے محرم میں ان کی وفات ہوئی۔(۱)

حضرت ابن عمرؓ کی زندگی حیات نبوی ﷺ کا عکس اور پرتو تھی، لوگ کہا کرتے تھے کہ ابن عمرؓ کو پابندی سنت کا والہانہ جنون تھا، صرف عبادات ہی میں نہیں؛ بلکہ آنحضرت ﷺ کے اتفاقی اور بشری عادات کی بھی وہ پوری پیروی کرتے تھے، یہاں تک کہ جب وہ حج کے لیے سفر میں نکلتے تھے تو آنحضرت ﷺ اس سفر میں جن جن مقامات پر اترتے تھے وہاں وہ بھی منزل کرتے تھے، جن مقامات پر حضور ﷺ نے نمازیں پڑھی تھیں وہاں یہ بھی پڑھتے تھے، (۲) حج کے سفر میں وہی راستہ اختیار کرتے جن راستوں سے آنحضرت ﷺ گذرا کرتے تھے۔

انتہا یہ ہے کہ جس مقام پر حضور ﷺ نے کبھی طہارت کی تھی، اس پر پہنچ کر وہ بھی طہارت کرلیا کرتے تھے، آنحضرت ﷺ مسجد قبا میں سوار اور پیادہ دونوں طریقوں سے تشریف لے گئے تھے، حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی عمل تھا، آنحضرت ﷺ ذوالحلیفہ میں اتر کر نماز پڑھتے ،ابن عمرؓ بھی یہی کرتے تھے۔(۳) عام دعوت خصوصاً ولیمہ قبول کرنا مسنون ہے، حضرت ابن عمرؓ روزہ کی حالت میں بھی دعوت ولیمہ رد نہ کرتے تھے، اگر چہ اس حالت میں کھانے میں نہ

(۱) ماہِ محرم الحرام کے فضائل واحکام: ۳۴۴

(۲)(اسد الغابہ ۳: /۲۲۷)

(۳)(صحیح بخاری ۱۰۶ : /۱، مسلم جلد اول باب التعریس بذی الحلیفہ)

شریک ہوسکتے تھے،مگر داعی کے یہاں حاضری ضرور دیتے تھے۔

آنحضرت ﷺ مکہ میں داخل ہونے کے قبل بطحا میں تھوڑا سا سولیتے تھے،حضرت ابن عمرؓ بھی ہمیشہ اس پر عامل رہے۔

عبادات کے علاوہ وضع قطع اور لباس وغیرہ میں بھی اسوۂ نبوی ﷺ کو پیش نظر رکھتے تھے؛ چنانچہ ارکان میں صرف رکن یمانی کو چھوڑتے تھے،تویہ کے دن احرام کھولتے تھے، رنگوں میں زرد رنگ استعمال کرتے، چپل پہنتے تھے،لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں،فرمایا آنحضرت ﷺ کیا کرتے تھے،(۱)

غرض آنحضرت ﷺ کے وہ تمام حرکات وسکنات جوآپ نے برسبیل سنت کیے یا طبعا صادر ہوئے،ابن عمرؓ ان سب کی اقتداء کرنا ضروری سمجھتے تھے۔

مسکین نوازی

مسکین نوازی آپ کا نمایاں وصف تھا،خود بھوکے رہتے،لیکن مسکینوں کی شکم سیری کرتے،عموماً بغیر مسکین کے کھانا نہ کھاتے تھے۔آپ کی اہلیہ آپ کی غیر معمولی فیاضی سے بہت نالاں رہتی تھیں اور شکایت کیا کرتی تھیں کہ جوکھانا میں ان کے لیے پکاتی ہوں وہ کسی مسکین کو بلا کر کھلادیتے ہیں،فقراء اس کو سمجھ گئے تھے اس لیے مسجد کے سامنے آپ کی گذرگاہ پر آکر بیٹھتے تھے، جب آپ مسجد سے نکلتے تو ان کو لیتے آتے تھے بیوی نے عاجز ہوکر ایک مرتبہ کھانا فقراء کے گھروں پر بجھوادیا اور کہلا بھیجا کہ راستہ میں نہ بیٹھا کریں اور اگر وہ بلائیں تو بھی نہ آئیں ابن عمرؓ مسجد سے واپس ہوکر حسب معمول گھر آئے اور غصہ میں حکم دیا کہ فلاں فلاں محتاجوں کو کھانا بجھوادو،کیا تم چاہتی ہو کہ میں رات فاقہ میں بسر کروں؛ چنانچہ بیوی کے اس طرزعمل پر رات کو کھانا نہ کھایا۔(۲)

---

(۱)(بخاری ۱: /۲۸)

(۲)(ابن سعد جزو ۴ قسم اول: ۱۳۲

اگر دستر خوان پر کسی فقیر کی صدا کانوں میں پہنچ جاتی تو اپنے حصہ کا کھانا اس کو اٹھوادیتے اور خود روزہ سے دن گذاردیتے، ایک مرتبہ مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی، آپ کی بیوی صفیہ نے بڑے اہتمام سے لذیذ مچھلی تیار کی، ابھی دسترخوان چنا ہی گیا تھا کہ ایک فقیر نے صدا لگائی فرمایا فقیر کو دیدو، بیوی کو عذر ہوا، پھر دوبارہ فرمایا کہ نہیں دیدو مجھ کو یہی پسند ہے، لیکن چونکہ بیوی نے آپ کی فرمائش سے پکائی تھی، اس لیے اس کو نہ دیا اور کھانے کے لیے انگور کے چند دانے خریدے گئے، ایک سائل آیا، حکم دیا انگور دیدو لوگوں نے عرض کیا آپ اس کو کھالیجئے اس کو دوسرے دیدیے جائیں گے فرمایا نہیں یہی دیدو مجبوراً وہی دینے پڑے اور دے کر پھر اس سے خریدے گئے۔(۱)

اس فیاضی کے ساتھ حد درجہ مستغنی المزاج واقعہ ہوئے تھے، کبھی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کیا، لوگ خدمت بھی کرنا چاہتے تو آپ قبول نہ کرتے، عبدالعزیز بن ہارون نے ایک مرتبہ لکھ بھیجا کہ آپ اپنی ضروریات کی اطلاع مجھ کو دیا کیجئے، ان کو جواب میں لکھ بھیجا کہ جن کی پرورش تمہارے ذمہ ہے ان کی امداد کرو اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اوپر کے ہاتھ سے مراد دینے والا اور نیچے کے ہاتھ سے مراد لینے والا۔

وفات

وفات کا واقعہ یہ ہے کہ حج کے زمانہ میں ایک شخص کے نیزہ کی نوک جو زہر میں بجھی ہوئی تھی ان کے پاؤں میں چبھ گئی یہ زہر ان کے جسم میں سرایت کر گیا اور یہی زخم ان کی موت کا باعث ہوا، عام طور سے خیال کیا جاتا ہے کہ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا، بلکہ حجاج کے اشارہ سے اس طرح زخمی کیے گئے تھے۔

(۱) ابن سعد جزو ۴ قسم اول: ۱۳۲